آفتاب شوالک ۔۳

(منتخبات "ذکرِ پاکاں")

کوہستان شوالک میں علامہ شکوہی کی تبلیغی سرگرمیاں

تالیف

طفیل ناصری

ترتیب

نذر صابری

ضابطۂ اشاعت

کتاب	آفتاب شوالک حصہ سوم (منتخبات ذکر پاکاں)
مصنف	طفیل ناصری
مرتب	نذر صابری
ناشر	ادارۂ فروغ تجلیات صابریہ، اٹک
کمپوزنگ	ابوالفیض کمپوزنگ، اٹک
اہتمام	ادارہ ریاض العلم، اٹک
سال اشاعت	اکتوبر ۲۰۰۶ء
صفحات	۴۸(۸+۴۰)
قیمت	۲۵ روپے

ملنے کا پتہ: کتب خانہ مقبول عام، اٹک

انتساب

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند

فہرست محتویات

پیش لفظ

'ذکر پاکاں' کے تالیف کار میاں طفیل ناصری ۱۹۱۴ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ماجد شاہ محمد قریشی درگاہِ ناصری (امام ابو یوسف ناصر الدین چشتیؒ) کے سجادہ نشینوں میں سے تھے یوں ان کو بچپن ہی سے روحانی لذتوں سے سرشار ماحول ملا۔۱۹۲۹ء میں انہوں نے میٹرک پاس کیا۔۱۹۳۲ء میں اپنے والد کے پاس شملہ چلے گئے۔۱۹۳۵ء میں نارائن پریس ہوشیار پور میں ملازم ہوگئے۔اس کے بعد انہوں نے غالباً سرکاری نوکری اختیار کر لی اور ۱۹۴۳ء میں لدھیانہ چلے گئے۔۱۹۴۶ء میں لاہور آگئے۔یہاں سے ۱۹۶۶ء میں ملتان تبادلہ ہوگیا۔ان کے ہمدم دیرینہ مولانا غلام ربانی (خلف الصدق علامہ ستکوہیؒ) ملتان میں ہی تھے ان سے خوب ملاقاتیں رہیں۔۱۹۶۸ء میں لاہور واپسی ہوئی اور یہیں مولانا موصوف سے ایک ملاقات میں ان کے خلقۂ غلامی میں داخل ہوگئے۔اچھرہ میں ایک سادہ سے مکان میں بسیرا تھا کوئی محل الاٹ نہیں کرایا۔مئی ۱۹۹۵ء میں پیغام اجل آگیا اور عالم آخرت کو روانہ ہوگئے۔مدفن لاہور (اچھرہ) ہی میں ہے۔

مرحوم کا اسلوب زندگی سادہ تھا اور مزاج چشتیائی رکھتے تھے۔اس پر میراں شاہ دسوہوی، بیدم وارثی، گرامی اور علی الخصوص علامہ ستکوہیؒ کی فیض بار صحبتوں نے ان کو

کندن بنا دیا تھا۔ ایک بار رانا افضال علی خان گڑھ شنکری کے ہمراہ لاہور میں ان کے گھر گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین، وطن کی مٹی تھی، مل کر دل بہت خوش ہوا۔

'ذکرِ پاکاں' درگاہِ ناصری کے حوالے سے جالندھر کے مقیم اور مہمان علماء اور مشائخ کا ایک منفرد تذکرہ ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ اگلے سال دوسرا ایڈیشن آیا جس میں علامہ ستکوہیؒ کے احوال و آثار پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ایڈیشن نہ صرف حضرتؒ کی اولاد و احفاد کی نظر سے گزرا ہے بلکہ اس میں ان کی نگارشات اور روایات بھی بکثرت شامل ہیں جو کتاب کی ثقاہت کی ضامن ہیں۔

طفیل ناصری کا اسلوب نگارش سادہ، رواں اور شفاف ہے۔ کتاب اچھی نہیں چھپی۔ ملاقات میں پرنٹر کا شکوہ کر رہے تھے۔

آفتاب شوالک۔۳ میں ذکرِ پاکاں کے وہ حصے شامل کئے گئے ہیں جو کوہستان شوالک سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی ترتیب سے درج ہیں جو اصل کتاب میں موجود ہے۔ متن کے تقدس کو برقرار رکھا گیا ہے۔ نیز اشاریہ میں بعض اماکن کی توصیف نگاری میں عصری تقاضے مدنظر رہے ہیں اور اس کاوش میں مجھے مقامی گورنمنٹ کالج کے پروفیسر سید ابرار حسین کا تعاون قابل قدر حد تک حاصل رہا ہے جس کے لئے میں ان کا تہ دل سے شکرگزار ہوں۔ المنة للہ و رسولہ

دسوہہ۔۱

تحصیل دسوہہ میں پھمن نامی ایک شخص خدا ہونے کا دعوہ دار تھا۔اسے یہ قلق تھا کہ مولوی نواب الدین اس علاقہ پر چھا گیا ہے۔غالباً ۱۹۲۰ء میں آپ اپنے مرید چوہدری احمد علی خان کے پاس سیچو وال موسیٰ میں مقیم تھے کہ مختلف ذرائع سے خبریں ملیں کہ سائیں پھمن شاہ اپنے معتقدوں کو جمع کر رہا ہے کہ آپ پر حملہ آور ہوسکے۔یہ سن کر آپ بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کرنے لگے۔جب وہ اپنا لشکر لے کر آیا تو مولانا نماز ظہر کے لئے وضو کر رہے تھے۔ابتداء میں وہ شرافت سے ملا لیکن پھر نماز اور شعائر اسلامی کا مذاق اڑانے لگا۔اس کا لڑکا کڑک شاہ مولانا کی توہین پر اتر آیا۔وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ تجھے اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور تو اپنے مخالفوں کو مارتا ہے۔آج میں تیری گردن توڑ دوں گا۔غرض اس نے بہت گستاخیاں کیں۔سائیں بھی شیطنت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔آخر جنگ شروع ہوگئی۔سائیں تو بھاگ کر اپنے ایک ماننے والے کے گھر چھپ گیا اور کڑک شاہ اور دوسرے پھمن شاہی بری طرح زخمی ہوئے۔

(ذکر پاکاں، ص ۱۰۶)

راوی: طفیل ناصری

کانگڑہ

ایک روز فقر و درویشی کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی ۔اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ شعبدے دکھانا فقر نہیں ہے۔ یہ کام تو کافر بھی کر لیتے ہیں۔ میں بھی مداریوں کا پیر ہوں۔ میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس ضمن کچھ واقعات بیان کئے جو حیرت انگیز تھے۔

ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ میں 'کانگڑہ' کے علاقہ میں چند احباب کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک بوڑھا جوگی شاہانہ طمطراق سے گھوڑے پر بیٹھا نظر آیا۔ اس کے ارد گرد عقیدت مندوں کا ہجوم تھا جو گا بجا رہے تھے۔ ایک صاحب بولے کہ حضرت فقیری تو

یہ ہے ہمیں تو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔میں نے کہا یہ فقیری نہیں میں چاہوں تو ان کا شیرازہ ابھی منتشر کردوں۔بعض احباب بولے کہ اچھا یہ تماشا بھی ہو جائے چنانچہ میں نے گیروے رنگ کی چادر گٹھڑی سے نکال کر باندھ لی اور جوگی کے گھوڑے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور زور سے کہا کہ ٹھہر جاؤ کون ہو تم؟ جوگی نے گھوڑا روک کر کہا کہ سنت ہوں،تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا فقیر ہوں۔وہ بولا کہ یا کچھ دیکھو یا دکھاؤ۔میں نے کہا پہلے تم دکھاؤ۔چنانچہ اس نے ایک پتھر کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا جو تڑ تڑ کر کے اڑ گیا۔میں نے کہا یہ عمل جاندار پر بھی کر سکتے ہو؟ چنانچہ یہ عمل اس نے ایک کتے پر بھی کر کے دکھایا۔میں نے کہا اب مجھ پر کرو۔وہ بولا تمہاری جوانی پر رحم آتا ہے۔مگر میرے اِصرار پر اس نے یکے بعد دیگرے دو عمل کئے جو مؤثر ثابت نہ ہو سکے۔میں آہستہ آہستہ سورۃ الناس اور فلق پڑھ رہا تھا۔وہ میرے ہوش و حواس قائم رہنے پر حیران تھا۔پھر مجھے کہنے لگا اب تم کچھ دکھاؤ۔میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خوب دبایا وہ چیخنے لگا اور میں بھاگ آیا۔لوگ میرے پیچھے آ گئے۔انہیں یہ گمان گزرا کہ میں جوگی کی فقیری چھین کر بھاگ آیا ہوں۔ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔

(ذکر پاکاں،ص ۱۰۹)

راوی: حافظ مظہر الدینؒ

مسوری

اس صدی (بیسویں) کے آغاز کا زمانہ تھا۔ میرے والد ماجد ماسٹر شاہ محمد (مرحوم) ان دنوں میں 'مسوری' میں کاروبار کرتے تھے۔ والد صاحب درویشوں اور علماء سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ مسوری میں ایک مجلس وعظ میں والد صاحب کی حضرت مولاناؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولاناؒ کی تقریر دلپذیر میں آپ کے تبحر علمی کے ساتھ درویشانہ اور روحانی کیفیات سے والد صاحب بڑے متاثر ہوئے۔ جلسہ کے اختتام پر اصرار کر کے حضرت اقدس کو اپنی دکان پر لے آئے اور کچھ دن قیام کے لئے درخواست کی۔ اس قیام مسوری اور بعد کی ملاقاتوں میں حضرت اقدس اور والد صاحب میں باہم بے حد موانست اور یگانگت پیدا ہوگئی۔ حضرت اقدس اس یادگار سفر مسوری اور بعد کی ملاقاتوں میں آپ کے والد صاحب سے باہمی روابط اور گہری موانست و محبت کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے اور اسی نسبت سے اس ناچیز سے میرے بچپن اور عہد طفولیت ہی سے از حد شفقت و محبت فرماتے تھے۔ والد صاحب اپنی نسبت سجادگان درگاہ حضرت خواجہ امام ناصر الدین صاحبؒ جالندھر شہر سے اپنا تعارف کرا چکے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت مولاناؒ سے جالندھر تشریف لانے کی درخواست کی اور حضرت (علیہ الرحمۃ) نے از راہ عنایت قبول فرمالی۔ غالباً ۱۹۰۵ء میں والد صاحب جالندھر آگئے تو حضرت مولانا بھی پہلی مرتبہ جالندھر تشریف لائے۔ اس طرح میرے والد ماجد اولین ذریعہ بنے آپ کی جالندھر میں تشریف آوری کا۔

(ذکر پاکاں، ص ۱۲۷، راوی: طفیل ناصری)

دسوہہ۔۲

مشہور قوال فتح علی خان مبارک علی خان کو آپ کی آمد کا پتہ چلتا تو کشاں کشاں حاضر خدمت ہوتے۔مجالس سماع منعقد ہوتیں۔آپ جذب کی کیفیت میں رہتے اور حاضرین پر کیف وسرور طاری رہتا۔ایک صاحب تصرف درویش کامل حضرت بابا سائیں میراں شاہ صاحب قادری قدس سرہٗ دسوہہ شریف والے جو ماسٹر رحیم بخش صاحب کے مرشد تھے، حضرت مولاناؒ کی جالندھر آمد پر ان سے ملنے آتے۔دونوں بزرگ ایک دوسرے سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ان کی شرکت سے مجالس کا ایک مخصوص رنگ ہوتا تھا۔حضرت مولاناؒ بھی اکثر دسوہہ شریف باباجی کے سالانہ عرسوں پر تشریف لے جاتے۔جالندھر شہر اور دسوہہ شریف کے عرسوں پر جو مجالس ہوتیں ان میں حضرت مولانا صاحبؒ، باباجیؒ اور ماسٹر رحیم بخش صاحب کی شرکت میں وجد وسرور کی کیفیات بے حد مستی لئے ہوتیں۔ماسٹر صاحب باباجیؒ اور مولانا صاحبؒ فن موسیقی میں بڑی دلچسپی اور درک رکھتے تھے۔اکثر مجلس سماع میں فتح علی خان مبارک علی خان کو تال وطرز میں ان کی رہنمائی کرتے اور موسیقی کی طرزیں سکھایا کرتے تھے۔ان قوالوں نے اپنے زمانہ میں فن قوالی میں جو جدّت پیدا کی اور عالمگیر شہرت پائی وہ انہی بزرگوں کے فیض صحبت اور روحانی توجہ کی مرہون منت ہے۔دسوہہ شریف میں سالانہ عرسوں کے مواقع پر ان بزرگوں کی شرکت میں مجالس وعظ میلاد پاک اور سماع منعقد ہوتیں جن میں علم وعرفان کے انوار کی بارشیں ہوتیں۔دوسوہہ شریف میں حضرت مولانا اپنے مرید مولانا دولت علی صاحب کے ہاں بھی قیام فرماتے اور ان کے بھائی مولوی عبدالغنی صاحب سے بھی آپ کے گہرے روابط تھے۔(ذکر پاکاں،۱۳۳،راوی: طفیل ناصری)

دسوہہ-۳

ایک مرتبہ حضرت مولانا صاحبؒ دسوہہ شریف عرس کے موقع پر اقامت پذیر تھے۔چھوٹی مائی صاحبہ اور بچے بھی ساتھ تھے۔بقضائے الٰہی آپ کے ایک صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا۔آپ نے حضرت خلیفہ صاحب کو جالندھر میں پیغام بھیجا کہ قوالوں کو لے کر آؤ!خلیفہ صاحب نے فتح علی خان،مبارک علی خان قوال کو بلا کر حضرت اقدسؒ کا پیغام سنایا۔دونوں حیران تھے کہ اس سانحہ پر آپ کا قوالوں کو بلانے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟مگر یہاں چون وچرا کی گنجائش نہ تھی۔حسب الحکم خلیفہ صاحب قوالوں کو ساتھ لے کر دسوہہ پہنچ گئے تو جنازہ قبرستان لے جایا جا چکا تھا۔قوالوں کو ایک مکان پر ٹھہرا کر قبرستان پہنچے۔کفن و دفن سے فارغ ہو کر حضرت اقدسؒ نے خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ قوالوں کو لے آؤ۔پھر آپ سب احباب کو لے کر مولوی دولت علی صاحب کے مکان پر چلے گئے۔وہاں محفل سماع منعقد ہوئی۔آپ پر جذب اور رقت کی شدید حالت طاری رہی۔سماع کے بعد دعا فرمائی اور کھانا کھایا۔اللہ اللہ کس قدر صبر وضبط اور رضائے الٰہی پر صابر وشاکر تھے۔

(ذکر پاکاں....۱۳۴)

تبت

سید فضل شاہ مجذوب راوی ہیں کہ تبت اور چین کے سفر میں وہ حضرت اقدسؒ کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس پانچ صد روپے ہیں۔ اس سے سفر میں گزارہ ہو جائے گا۔ حضرت مولانا نے یہ کیفیت بھانپ لی اور اس سے روپے لے کر کھائی میں پھینک دیئے۔ اور فرمایا کہ شاہ صاحب! اللہ پر بھروسہ کرو یہ روپے کچھ چیز نہیں۔ روپے نہ رہے تو اب کیا کرو گے۔ یہ سن کر شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ آگے گئے تو جادوگروں کی بستی میں جادوگروں سے سخت مقابلہ ہوا۔ پھر کئی جادوگر کافر مسلمان ہو کر آپ کے بیعت ہوئے۔

شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے حضرت اقدس کی معیت میں کئی بار بغیر پاسپورٹ اور ویزا افغانستان کی سرحد پار کی۔ حضرت اقدس سے عرض کیا گیا کہ بغیر کاغذات اور پاسپورٹ کے سرحد پار نہیں جانا چاہیے مگر حضرت صاحبؒ لے جاتے۔ پہرہ دار دیکھتے مگر کسی کو پوچھنے اور روکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

(ذکر پاکاں...۱۴۸)

راوی: سید فضل شاہ

کشمیر۔۱

عزیز حاصل پوری نے حضرت اقدس کے احوال بیان کرتے ہوئے یہ واقعہ خصوصی طور پر بیان کیا ہے کہ جب حضرت بارہ سال تک بیرونی ممالک (خصوصاً روس، چین، افغانستان، ترکی، لنکا، ایران وغیرہ) اور اندرون ملک تبت و کشمیر کی ملحقہ ریاستوں اور کوہ ہمالیہ وغیرہ میں رہے اور واپس تشریف لائے تو ملتان میں حاجی ابراہیم صاحب کے گودام میں ٹھہرے۔ آپ آٹھ روز تک بیرونی ممالک کے دورہ کے احوال احباب میں بیان فرماتے رہے۔ ایک دن شیخ عبدالکریم عرف لگڑ بگڑ نے ہاتھ جوڑ کر اور عاجزانہ مسکین صورت بنا کر عرض کیا کہ حضرت! آپ نے اتنے دنوں تک اپنی ہی فرمائی ہے کچھ ہمارا بھی حال پوچھا ہوتا۔ یہ سنتے ہی آپ نہایت جلال میں آگئے اور فرمایا کہ پوچھا تو اس کا جاتا ہے جس کا پتہ نہ ہو۔ وہ پیر ہی کیا جس کو اپنے مریدوں کے احوال کا پتہ نہ ہو خواہ مرید کہیں بھی ہو۔ یہ فرماتے ہی فوراً شیخ عبدالکریم کے ساتھ ان بارہ سالوں میں گزرے ہوئے اہم اہم واقعات بیان فرمائے۔ وہ بہت شرمسار ہوئے اور معافی مانگی۔ یہ دیکھ کر سب موجود لوگوں پر رقت طاری ہوگئی اور ایک دیو بندی مولوی صاحب اپنے باطل عقائد سے تائب ہو کر مرید ہوئے۔

(ذکر پاکاں...۱۵۷)

راوی: عزیز حاصل پوری

تبت

۲۷۔۱۹۲۶ء کے لگ بھگ ایک دفعہ حضرتؒ ایک طویل تبلیغی دورہ پر تبت تشریف لے گئے۔ وہاں ایک برہمن بارہ سال سے ایک بڑے مندر میں مراقبہ میں بیٹھا تھا۔ آپ کو پتہ چلا کہ وہ مہنت ہندو مذہب کا ایک بڑا گرو ہے اور سب مذاہب میں عالم مانا جاتا ہے چنانچہ حضرت اقدس اس سے ملنے کے لئے گئے۔ جب آپ اس کی جھونپڑی میں داخل ہوئے تو مہنت ایک دم مراقبہ سے باہر آ کر اٹھ کھڑا ہوا اور والہانہ آپ کی قدم بوسی کی اور بے اختیار پکار اٹھا کہ حضرت! آج میری مراد پوری ہوئی۔ میں جس چیز کا متلاشی تھا وہ مجھ کو آپ کے دم قدم سے مل گئی۔ آپ مجھے کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کر لیں۔ چنانچہ آپ نے اسے فوراً مسلمان کر کے سلسلۂ عالیہ میں بیعت فرمایا اور اس کا اسلامی نام مولوی محمد دین رکھا۔ وہ حضرت اقدسؒ کے ساتھ واپس رمداس آ کر دو سال تک تعلیم و تلقین حاصل کرتا رہا۔ حضرت اقدسؒ کے گھوڑے کی رکھوالی کرتا اور اسے گھاس کھود کر کھلاتا۔ تعلیم و تلقین حاصل کرنے کے بعد حضرتؒ نے اسے کوہ ہمالیہ اور تبت کے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لئے نامزد کر کے اور خلافت دے کر روانہ فرمایا۔

(ذکر پاکاں...۱۵۸)

راوی: مظفر حسن صاحبزادہ

ہمالیہ اور تبت

۲۰۔۱۹۱۵ء کے دوران کوہ ہمالیہ اور تبت کے دورہ کے بعد پشاور کی سرحد سے آگے قبائلی علاقہ ''نولکھا'' میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں دور دراز علاقوں سے ہر مذہب وملت کے بے شمار لوگ اور کئی ہندو پنڈت آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ یہ بات عام مشہور ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت میں اوتار بھیجا ہے۔ انہی پنڈتوں میں سے اکثر مسلمان ہو کر سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ وہیں پر آپ نے جڑی بوٹیوں سے ایک اکسیر سترہ سو بار آگ دے کر تیار کی۔ پھر آپ ڈیرہ غازی خان تشریف لے آئے۔

(ذکر پاکاں...۱۶۲)

راوی: حاجی محمد شاہ

شملہ۔۱

۱۹۳۲ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر والد صاحب کے پاس شملہ میں مقیم تھا۔ انہی ایام جامعہ انجمن اہل سنت والجماعت شملہ کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا، جس میں ہندوستان کے جید ترین اور متبحر علماء نے شرکت کی۔ یہ جلسہ دو دن تک جاری رہا۔ میں کسی وجہ سے اس جلسہ میں نہ جا سکا۔

تیسرے روز والد صاحب کے ایک دوست کی زبانی جلسہ میں دو دن کی کاروائی کا علم ہوا۔ اس نے جلسہ کی آخری نشست کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ جلسہ کی آخری نشست میں رات کے بارہ بجے ایک دراز قامت کھدر پوش درویش سٹیج پر تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر اس درویش کی تقریر سننے کے لئے جمع تھا۔ بعض لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اتنے

بڑے جلیل القدر علماء کے بعد [بقول راوی] یہ ملا قسم کا مولوی کیا رنگ جما سکے گا۔ مگر جب اس درویش نے دل گداز لہجہ میں قرأت قرآنی کے بعد نہایت ہی دلنشین پیرایہ میں تقریر شروع کی تو مجمع پر سکوت مرگ چھا گیا۔ جیسے اس پر جادو کر دیا گیا ہو۔ تقریر آپ کی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ بیان میں ایسی دلکشی اور سحر اور خطابت میں اس قدر شعلہ نوائی تھی کہ سامعین پر جذب طاری تھا۔ آپ کی تقریر چار گھنٹے تک مسلسل اسی انداز میں جاری رہی۔ یہ سن کر مجھے گمان ہوا کہ کہیں یہ مولانا نواب الدین صاحب نہ ہوں۔ چنانچہ اسی شام میرے اس خیال کی تصدیق ہوگئی۔ شام کے وقت میں لکڑ بازار شملہ میں والد صاحب کی دوکان کے باہر بیٹھا تھا کہ دور سے ایک گروہ آتا دکھائی دیا جس کے درمیان ایک بلند قامت دراز ریش بزرگ کھدر کا کرتہ اور تہبند پہنے اور سر پر کھدر کی ٹوپی رکھے بڑے باوقار انداز سے چلے آرہے تھے۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ آپ حضرت مولانا نواب الدین صاحب [قدس سرہٗ] ہیں۔ میں اٹھ کر والہانہ انداز سے آپ کی طرف بڑھا اور قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے مجھے فوراً پہچان لیا اور فرمایا: "طفیل تو کہاں!" میں نے اپنی شملہ میں والد صاحب کے پاس رہائش کا ذکر کیا۔ آپ مجھ سے بغلگیر ہوئے اور دکان پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک گروہ کثیر وہاں جمع ہوگیا اور آپ کے ارشادات سے بہرہ ور ہوا۔

(ذکر پاکاں...۱۶۹،۱۷۰)

راوی: طفیل ناصری

شملہ۔۲

یہاں یہ بیان کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ جالندھر شہر میں آپ نہایت ہی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور عالمانہ شان سے آتے تھے مگر یہاں کا رنگ کچھ اور ہی تھا۔اس وقت آپ ایک کھدر پوش درویش تھے اور جذب و مستی کے انوار کی شعائیں آپ کے چہرۂ اقدس کے گرد ہالہ کئے ہوئے تھیں۔ یہ آپ کی مسحور کن شخصیت کا قلندرانہ رنگ تھا۔آپ کافی دیر تک دکان پر بیٹھے اپنے عارفانہ کلام کے گوہر بکھیرتے رہے۔آپ کے بیان میں سکر و مستی کے ساغر چھلک رہے تھے اور لوگوں کا ہجوم بڑھتا رہا حتیٰ کہ رات ہوگئی۔پھر آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

(ذکر پاکاں...۱۷۰)

راوی: طفیل ناصری

ہوشیار پور۔۱

۱۹۳۵ء میں، میں کشمیری بازار ہوشیار پور میں نارائن پریس میں کام کرتا تھا۔دوپہر کے وقت گھر جانے کے لئے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک گھڑی ساز کی دکان پر آپ تشریف فرما تھے اور عالم جذب میں کلام فرما رہے تھے۔لوگ سحر زدہ کھڑے آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔میں نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔میرا پتہ پوچھ کر آپ شام کے وقت نارائن پریس میں تشریف لے آئے۔میں نے کرسی پیش کی۔آپ الفقر فخری کے موضوع پر اپنے دل نشیں پیرایہ میں اسرار و رموز کے موتی بکھیرنے لگے۔عجیب کیف کا عالم طاری ہوا۔میرے پاس بیٹھا ہوا پنڈت گردھاری لال آپ کے چہرۂ اقدس کی طرف سحر زدہ ہو کر ٹِک ٹِک دیکھتا رہا۔پھر اٹھا اور آپ کے پاؤں پکڑ کر آنکھوں سے لگائے۔مجھ پر رقت کا عالم طاری ہو گیا۔آپ دیر تک بیٹھے گوہر افشانی فرماتے رہے اور شام کے وقت رخصت ہو گئے۔آپ کے جانے کے بعد پنڈت گردھاری لال نے کہا کہ یہ تو ایک مہاں آتما (مہاتما) اور اوتار ہیں۔میں نے زندگی میں ایسا بزرگ نہیں دیکھا اور ایسا عارفانہ کلام نہیں سنا جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔

(ذکر پاکاں...۱۷۰)

راوی: طفیل ناصری

ہوشیار پور۔۲

آپ اس وقت (۱۹۳۵ء) ہوشیار پور سے ملحق بستی میاں علی محمدؒ میں قیام فرما تھے۔اسی قیام میں مائی رابعہ صاحبہ اپنے بچے اور گھر بار چھوڑ کر آپ کے قدموں میں آپڑی اور آپ کی نگاہ فیض آثار سے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہوگئی۔وہ آجکل ملتان میں مقیم ہیں۔آپ ایک صاحب جذب و حال خاتون ہیں۔ہر وقت حضرت اقدسؒ کی یاد میں مگن رہتی ہیں۔

ذکر پاکاں...۱۷۱)

راوی: طفیل ناصری

منڈی

ایک بار آپ کہستان دھرم سالہ سے ہوتے ہوئے ریاست منڈی پہنچ گئے اور جامع مسجد میں ہی قیام پذیر ہوئے۔ نمازی آپ کی شخصیت سے بے حد سحر زدہ ہوئے۔ جمعہ کے دن آپ نے وعظ فرمایا اور خطبہ دیا۔ آپ کے وعظ میں اس قدر جاذبیت اور سوز و گداز تھا کہ اللہ اکبر! وعظ کے بعد لوگ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہو گئے یہ آپ کی روحانیت اور تصرفات کا اعجاز تھا کہ وہاں کے مسلمانوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال سمیت آپ کی مرید ہو گئی۔ والد صاحب کو پتہ چلا تو آپ کو اپنے پاس کوارٹر میں لے آئے، وہاں مسلمان تو مسلمان ہندو بھی آپ کے مواعظ سے مستفیض ہوتے۔ یہ غالباً ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے۔

(ذکر پاکاں...۱۷۴)

راوی: طفیل ناصری

کلّو

منڈی میں چند ماہ قیام کے بعد آپ کلو کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ گھوڑے اور کتے بھی تھے۔ راستے میں ایک پر فضا مقام ٹل سے گزرتے ہوئے ایک سادھو کی جھونپڑی دیکھ کر آپ اس میں بے دھڑک داخل ہوگئے۔ سادھو جوگی آپ کو دیکھ کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ جی! ہم تمہارے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ سادھو نے کہا کہ حضرت آپ بڑے ذی شان بزرگ ہیں اور میرے پاس خدمت کے لئے آپ کے قابل کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا ہم ہر حال میں خوش رہیں گے۔ حضرت اقدسؒ اس جوگی کے ساتھ تقریباً تین ماہ تک قیام فرما رہے۔ سنا ہے کہ وہ جوگی ایک بڑا کیمیا گر تھا مگر حضرت نے اس کو جو کیمیا بخشی ہوگی اسے کون سمجھ سکتا ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ حضرت اقدسؒ کی روحانیت کی شہرت سارے علاقے میں پھیل گئی اور ارد گرد سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے اور سب کی زبانوں پر یہی چرچا تھا کہ آپ کی صورت میں ایک اوتار نے جنم لیا ہے۔ یہ واقعات مجھے اپنے والد اور بہنوئی محمد اسلم نے بتائے جو اس وقت منڈی میں تھے۔

(ذکر پاکاں...۱۷۵)

راوی: طفیل ناصری

کلیر شریف۔۱

کلیر شریف سے واپسی پر (غالباً یہ حضرت اقدس کا آخری سفر کلیر شریف تھا) آپ ارادت مندوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے رڑکی سٹیشن پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ لوگ وارفتگی کے عالم میں آپ کا کلام سن رہے تھے۔ اسی اثناء میں دو مفرور ڈاکو جن کے پیچھے پولیس لگی ہوئی تھی حلقہ میں آکر بیٹھ گئے۔ آپ کی نگاہ ان پر پڑی۔ ان کی حالت بھانپ کر اشارے سے انہیں اپنے پاس بلالیا اور ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے اپنی گرفتاری کا خطرہ بیان کرتے ہوئے آپ سے دعا اور معاونت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم مطمئن بیٹھے رہو۔ پولیس تمہیں گرفتار نہ کرسکے گی۔ اتنے میں پولیس بھی آگئی اور مجمع کے گرد چکر لگاتی رہی مگر آپ کی ہیبت سے مرعوب ہو کر کوئی اقدام نہ کرسکی۔ حضرت نے خود ہی پولیس آفیسر کو بلا کر پوچھا کہ کیا بات ہے! انہوں نے مجرم کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ وہ انہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس وارنٹ گرفتاری ہیں تو انہیں لے جاسکتے ہو۔ پولیس والوں نے اپنے بیگوں میں بار بار وارنٹ تلاش کئے مگر نہ مل سکے۔ آخر پولیس والے بڑے پریشان اور شرمسار ہوئے اور آپ سے معذرت کی اور چلے گئے۔ یہ دیکھ کر دونوں مجرم آپ کے قدموں پر گر کر تائب ہوئے۔

(ذکر پاکاں...۱۷۷)

راوی: ساحر صدیقی

گڑھ شنکر

گڑھ شنکر میں ایک بزرگ مولوی عمر دین صاحبؒ (جو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے خلفاء میں ایک صاحب کشف وحال بزرگ تھے) رہتے تھے۔ایک دفعہ حضرت اقدس چند رفقاء کے ساتھ مولوی صاحب موصوف سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے۔گاڑی سے اتر کر دو ڈھائی میل کی مسافت تھی۔حضرت دور تک پیدل چلے پھر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔یہ آپ کے دوائی کھانے کا وقت تھا جو شہد کے ساتھ استعمال کی جاتی تھی مگر شہد موجود نہ تھا۔دیکھتے ہیں کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا آرہا ہے۔قریب آکر وہ شخص گھوڑے سے اترا اور آپ کی قدمبوسی کی۔استفسار پر پتہ چلا کہ مولوی صاحب نے اسے آپ کے استقبال کے لئے بھیجا تھا۔حضرت اقدسؒ اس کی معیت میں مولوی صاحب کی اقامت گاہ پر پہنچے تو مولوی عمر دینؒ صاحب نے سب سے پہلے آپ کی خدمت میں شہد پیش کیا کہ آپ دوائی استعمال کر سکیں۔

(ذکر پاکاں...۱۷۸)

راوی: خلیفہ محمد صدیق ناصری

ہوشیار پور۔۳

حافظ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز فرمایا میں ایک درویش کے ساتھ ہوشیار پور کے سٹیشن کے باہر درختوں کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ سامنے سے دو سپاہی گزرے۔جنہوں نے ایک شخص کو گرفتار کر رکھا تھا۔اتفاقاً اس کی نظر درویش پر پڑ گئی۔اس نے سپاہی سے کہا کہ وہ سامنے میرے مرشد بیٹھے ہیں مجھے ان سے مل لینے دو۔سپاہی نے ڈانٹ کر کہا کہ تجھ جیسوں کے بھی مرشد ہوتے ہیں۔دوسرا سپاہی میرے سلسلہ میں داخل تھا۔وہ بولا کہ میرے شیخ بھی بیٹھے ہیں چلو زیارت کرلیں۔گرفتار شدہ شخص اپنے شیخ سے ملا تو انہوں نے پوچھا، تو کون ہے؟ وہ بولا کہ آپ کا غلام، فرمایا کہ کب بیعت کی تھی وہ بولا کہ ''اٹھارہ سال قبل''۔وہ بزرگ مجھ سے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! دنیادار درویش کے پاس بندھا ہوا ہی آتا ہے ورنہ اسے فرصت ہی نہیں ملتی۔

(ذکر پاکاں...۱۸۲)

راوی: حافظ محمد مظہر الدین

دسوہہ/لدھیانہ

دسوہہ کے قریب ایک گاؤں میں حضرت اقدس کا قیام تھا کہ ایک شخص نے بتایا کہ لدھیانہ کے قریب عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کا مناظرہ ہونا قرار پایا ہے۔شرط یہ ٹھہری ہے کہ دونوں مذاہب کی مذھبی کتابوں کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ طے پایا ہے کہ جو کتاب آگ میں سلامت رہے گی وہی مذہب سچا ہے۔آپ یہ سن کر فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے اور وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں پہنچ گئے۔عوام حضرت کی آمد سے بے حد خوش ہوئے اور ان میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔آپ نے سٹیج پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ کتابوں کو آگ میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔میں اور پادری الاؤ میں جاتے ہیں۔جو بچ گیا اسی کا مذہب سچا ہوگا۔یہ کہہ کر پادری کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اسے اٹھا کر آگ کی طرف چل پڑے۔پادری چیخ رہا تھا کہ مجھے بچاؤ۔عیسائیوں کے اِصرار پر اسے چھوڑ دیا گیا اور پادری کا طلسم باطل ہو گیا۔بعد میں آپ نے بتایا کہ انجیل کو مسالہ لگا دیا گیا ہوگا تا کہ وہ محفوظ رہے۔کسی نے کہا کہ کیا آپ آگ میں سلامت رہتے؟ فرمایا کہ یہ اللہ جانتا ہے خیال تو یہی ہے کہ سنّتِ ابراہیمی پوری ہو جاتی۔

(ذکر پاکاں...۱۸۳)

راوی: حافظ محمد مظہر الدینؒ

ہوشیار پور۔۴

کوہ شوالک کے عقب میں ایک سرحدی مقام پر ایک صحابیؓ کا مزار بیان کیا جاتا ہے۔ایک روز حضرت نے ارشاد فرمایا کہ چلو صحابی کے مزار کی زیارت کو چلیں۔بہت سے لوگ ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔آپ کے خلیفہ صوفی علی بخش نے عرض کیا: حضور! یہ غیر مسلم علاقہ ہے اور دشوار گزار بھی، میں خوراک کا انتظام کر کے گدھوں پر لاد دیتا ہوں تا کہ تکلیف نہ ہو۔فرمایا زندگی میں روزی کی کبھی پرواہ نہیں کی یہ بے اسباب ہی ملتی رہتی ہے۔اللہ مالک ہے، چلتے ہیں۔شیخ اسماعیلؒ اور صوفی علی بخشؒ بھی ساتھ تھے۔پہلی شام ایک جگہ پہنچے تو وہاں دیگیں پک رہی تھیں۔لوگ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ نیاز کی دیگیں ہیں۔ختم دیجئے اور کھائیے!

صبح ایک درخت کے قریب سے گزرے تو درخت سے چند گٹھڑیاں لٹکی دیکھ کر سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ یہ نیاز کے چاول باندھ لئے گئے ہیں تا کہ سفر میں کام آویں۔ارشاد فرمایا کہ کرشمۂ قدرت دیکھ کر بھی اللہ کی رزاقی پر یقین نہیں آیا یہ واپس کر دو۔اگلی شام چند آدمی قدموں پر آگرے آپ نے پوچھا کہ آپ یہاں کہاں ہو؟ وہ بولے کہ حضور! ہم نے یہاں آموں کا باغ لے رکھا ہے۔چنانچہ ان لوگوں نے بڑی خدمت کی۔آگے چل کر ایک چرواہے سے راستہ پوچھا تو وہ کافی دور تک ساتھ لے آیا۔جانے لگا تو آپ نے اسے چھ آنے دیئے۔بعد میں صوفی علی بخشؒ سے کہا کہ نیکی کی بنیاد رکھنے والے کو اجر ملتا رہتا ہے۔اس بچے کو ترغیب ہوگی کہ راستہ بتانے سے فائدہ ہوتا ہے۔یہ نیکی میں مشغول ہو جائے گا اور مجھے اجر ملتا رہے گا۔

(ذکرِ پاکاں...۱۸۳۔۱۸۴، راوی: حافظ محمد مظہر الدینؒ)

کشمیر۔۲

کشمیر کے پہلے سفر کا ذکر کرتے ہوئے ایک روز فرمایا کہ میری شہرت اور مقبولیت دیکھ کر ایک شخص ساتھ ہو گیا۔ وہ بڑا قوی ہیکل اور طاقتور تھا۔ اس کے اصرار کے باوجود میں نے اس کو بیعت نہیں کیا۔ میرا قلب اس کی طرف رجوع نہ کرتا تھا۔ رات کے وقت وہ سر اٹھا کر ہمیں دیکھتا لیکن مجھے بیدار دیکھ کر پھر سر نیچے کر لیتا۔ اس کے پاس خنجر بھی تھا جو میں نے دیکھنے کے بہانے لے کر اپنے ساتھی کو دے دیا۔ ایک دن پہاڑ سے ہم گزرنے لگے تو راہ میں ایک بھاری پتھر دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ پتھر راہ سے ہٹ جائے تو گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو گی۔ میں نے اسے پتھر دھکیلنے کو کہا لیکن کوشش کے باوجود اسے نہ ہلا سکا۔ میں نے آسانی سے دھکیل کر مکھڈ میں پھینک دیا تو وہ حیران رہ گیا۔ بعد میں، میں نے اسے اس کے ارادہ سے آگاہ کیا تو وہ شرمندہ ہو گیا۔

کشمیر میں میرا سرخ و سفید رنگ دیکھ کر لوگ مجھے شاہ جی کہہ رہے تھے۔ جب میں نے بتایا کہ میں سید نہیں آرائیں ہوں تو میری صدق مقالی کا ان پر اور بھی اثر ہوا۔

(ذکر پاکاں...۱۸۴)

حافظ محمد مظہر الدینؒ

کلیر شریف ۔ ۲

کلیر شریف کے سالانہ عرسوں کے مواقع پر آپ ہمیشہ حاضری دیتے تھے۔ صرف سکر کے دنوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ کلیر شریف کے مشہور درویش اور رئیس سید محمد شاہ صاحب نے ایک موقع پر فرمایا کہ جوانی کے عہد میں ایک دفعہ مولانا کا ایک عرس سے لے کر اگلے عرس تک وہیں قیام رہا۔ ان دنوں آپ پر عشق کا غلبہ تھا۔ ہردوار کے علاقہ میں بھی گھومتے رہتے۔ اس علاقہ کے بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ سجادہ نشین صاحب نے بھی انہی ایام میں بیعت کی تھی۔

آخری حاضری کے وقت آپ کے ساتھ کثیر جماعت تھی۔ صاحبزادگان بھی، شیخ محمد اسماعیل، ڈاکٹر مشتاق، ساحر صدیقی اور مولا بخش بھی۔ اس عہد کے احوال وکیفیات کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس عرس میں آپ پورا مہینہ کلیر شریف میں قیام پذیر رہے۔ رات دن کیفیات کا وفور رہتا تھا۔ بے پناہ گریہ طاری رہتا۔ ایک دن شیخ اسماعیل بھاگتے ہوئے آئے اور حافظ صاحب سے کہنے لگے کہ حضرت پر بے پناہ کیفیت طاری ہے، جلدی چلو۔ حافظ مظہر الدین صاحب چند احباب کے ساتھ گئے تو آپ حضرت مخدومؒ پاک کے آستانے پر لوٹ رہے تھے۔ یہ سلسلہ گھنٹوں جاری رہا۔ ایک درویش نے حافظ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا میاں صاحبزادے! آپ

کے والد کا آخری وقت ہے۔ ہوشیار رہو۔ حافظ صاحب نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ فرمانے لگے جب درویش اپنے شیخ کے دروازے پر لوٹنے لگ جائے تو یہ آخری وقت ہوتا ہے۔ حافظ صاحب نے کہا یہ کہیں پڑھا تو نہیں۔ بولے یہاں کتابوں کی بات چھوڑیئے۔ میری بات کو یاد رکھنا۔ چنانچہ چند ماہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

عرس کے بعد لوگ جانے لگے تو آپ نے اہل سلسلہ کو کہا کہ سفر خرچ کے علاوہ جو کچھ بھی باقی ہے مجھے دیتے جاؤ۔ چنانچہ چند یوم میں یہ سرمایہ بھی ختم ہو گیا۔ ساحر کے پاس چند آنے بچ گئے تھے وہ صبح پیدل رڑکی چلے جاتے اور حضرت کے لئے پانی لے آتے۔ تا آنکہ ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ حافظ صاحب نے بھی اسماعیل خزانچی سے کہا۔ اب کیا ہوگا۔ اتنے لوگوں کے ساتھ واپسی کیسے ہوگی۔ وہ ہنس کر بولے۔ ہونا کیا ہے۔ اگلے عرس تک شیخ کے ساتھ مخدوم پاک کی بارگاہ میں قیام رہے گا۔ کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت نے اسماعیل سے کہا کہ مظہر کو بلاؤ۔ حافظ صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے ایک وجیہ انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ اڑمر کا رہنے والا ہے۔ چالیس سال پہلے یہ شملہ میں داخل سلسلہ ہوا تھا۔ یہ آٹھ سو روپے اسی نے نذر کئے ہیں۔ پھر عنایت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ لڑکا سوچ رہا تھا کہ اب اخراجات کہاں سے آئیں گے حالانکہ میں اپنے مخدومؒ کے آستانے پر بیٹھا ہوں جہاں رسوا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ذکر پاکاں... ۱۸۷)

راوی: طفیل ناصری

کلیر شریف۔۳

ایک دفعہ رڑکی سے احباب ٹانگوں میں بیٹھنے لگے تو صاحبزادہ مظہرالدین نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ بھی بیٹھ جائیں پیدل چلنے میں تکلیف ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ زندگی بھر مخدوم پاک کی درگاہ میں پیدل حاضری دی ہے۔ اب سوار ہوکر کیسے جاؤں۔ پیدل چل کر آپ پہنچے ہی تھے کہ مغرب کی اذان ہونے لگی۔ بڑی بے زاری سے فرمایا یہ بے سرا مؤذن کہاں سے آگیا اسے روکو۔ اسماعیل نے بھاگ کر اسے روک دیا۔ چنانچہ آپ نے اذان دینا شروع کی۔ اذان کی آواز سن کر پرانے درویش اور فقراء اپنی اپنی قیام گاہوں سے باہر نکل آئے۔ سب پر رقت طاری

ہوگئی۔ایک ضعیف اور خستہ حال مجذوب درویش نے کہنا شروع کر دیا یہ تو میرے میاں کے قوال کی آواج معلوم ہووے ہے۔بعض لوگوں نے کہا کونسا قوال؟ یہ تو ہمارے حضرت ہیں۔وہ بھنّا کر بولا کون سے حجرت۔یہ تو نواب قوال کی آواج ہے۔اذان کے وقت مجذوب سامنے کھڑا واہ واہ کرتا رہا اور آنسوؤں کو پلو سے پونچھتا رہا۔اذان کے بعد زور سے بولا۔اے قوال تو کہاں سے آگیا۔اتنی مدت کہاں رہا۔حضرت اسے دیکھ کر والہانہ آگے بڑھے۔اور دست بوسی کی۔پھر حافظ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ میرے دادا مرشد حضرت صوفی صاحب کے خادم خاص ہیں۔زندگی بھر شیخ کے آستانے کی جاروب کشی کی ہے۔عرض کیا گیا یہ تو آپ کو قوال کہتے ہیں۔فرمایا کہ ہاں دادا مرشد مجھے اسی نام سے پکارتے تھے۔پنجابی قوال میرا سرکاری لقب ہے۔پھر دس روپئے بطور نذر پیش کئے اور حافظ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم بھی نذر پیش کرو۔

(ذکر پاکاں...۱۸۷)

راوی: طفیل ناصری

شوالک

حضرت اقدسؒ کے صحیح حالات تو وہی شخص قلم بند کرسکتا ہے جس کے سامنے حضرت کی پوری زندگی ہو۔ حالانکہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ لوگوں کی نظروں سے مستور رہے۔ برس ہابرس کے بعد آپ گھر تشریف لاتے۔ تعلیم کے دور میں بھی آپ کا یہی معمول تھا۔ سید عبدالمعبود صاحب کے بیان کے مطابق آپ افریقہ کے صحرا اور ترکستانی علاقہ میں بھی ان کے ساتھ رہے ہیں اور کوہ ہمالیہ میں بھی شاہ صاحب کا ساتھ رہا ہے۔ زندگی کی طرح آپ کی موت کے حالات بھی حیرت انگیز ہیں۔ اکثر احباب سے کہا کرتے تھے کہ اب میرا وقت قریب ہے۔ مولانا مرتضٰی احمد خان میکشؒ کا بھی یہی احساس تھا۔ وہ حافظ صاحب کو مجبور کیا کرتے تھے کہ حضرت کو تلاش کر کے گھر لے آنا چاہیے۔ چنانچہ ایک دفعہ میکش صاحب حافظ صاحب کو ساتھ لے کر آپ کی تلاش میں نکلے اور کوہ شوالک میں آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس عہد کے احوال وکیفیات کی داستان طویل ہے۔ مختصر یہ کہ آبادی میں آئے تو آپ سکر سے صحو میں آگئے اور پھر دعوت وارشاد، ذکر وفکر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

(ذکر پاکاں...۱۹۱)

راوی: طفیل ناصری

برما

حضرت اقدسؒ کے ایک مرید کیپٹن عطا محمد صاحب دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر متعین تھے۔ جب واپس آئے تو آپ نے ان کو میدان جنگ کے وہ حالات بتائے جن سے کیپٹن موصوف گزرے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تم کیپٹن تھے وہاں باطنی طور پر ہم جنرل بنا کر بھیجے گئے تھے اور فلاں فلاں مقام پر ہم نے تمہیں بموں اور بندوقوں کی گولیوں سے بچایا تھا۔ یہ سن کر وہ بے حد حیران ہوئے اور اقرار کیا کہ آپ نے جس طرح فرمایا سب صحیح تھا۔

(ذکر پاکاں...۱۴۹)

راوی: مولانا غلام ربانیؒ

غزل

شایان دل وہ درد الٰہی کبھی نہ ہو
جس میں تری رضا نہ ہو تیری خوشی نہ ہو

جیسے اک اضطراب مسلسل ہے زندگی
ایسے ہی جاں گداز کہیں موت بھی نہ ہو

آہ سحر ، جنون محبت ، سرور غم
نعمت وہ کون سی ہے جو مجھ کو ملی نہ ہو

گر باغباں اسی میں ہے راضی یونہی سہی
کچھ غم نہیں جو شاخ تمنا ہری نہ ہو

ناکامیوں کو اپنی چھپاتا ہوں اس لئے
رسوا جہاں میں تیری کرم گستری نہ ہو

ہنگام مرگ روح کھچی جا رہی ہے کیوں؟
مجھ کو کسی حسین نے آواز دی نہ ہو

یاربّ وہ بد نصیب کہاں ہو پناہ گیر
جس کو تری خدائی میں آسودگی نہ ہو

اے آفتاب تیری ضیاپاشیاں بہ خیر
میرے سیاہ خانہ میں کیوں روشنی نہ ہو

اس کا ہر ایک شعر ہے الہام درکنار
دھوکا یہ ہو رہا ہے کہ مظہر ولی نہ ہو

نورونار (زیرترتیب) از حافظ مظہر الدین مظہرؔ کا ایک ورق

اشاریہ

۱۔ رجال

۲۔ اماکن

رجال

.............☆☆☆.............

اَماکن

اُڑمڑٹانڈہ۔۲۵

جالندھر سے دسوہہ مکیریاں جانے والی ریلوے پر کوئی ۲۵ میل کے فاصلہ پر مشہور سٹیشن ،جی دار پٹھانوں کی سبزہ زاروں اور نخلستانوں پر محیط خوش منظر جڑواں آبادی،مولانا فتح محمد جالندھری صاحب فتح المجید (ترجمۂ قرآن) کا وطن۔

افریقہ۔۲۷

مصر،مراکش،طرابلس وغیرہ کو شامل شمالی افریقہ۔

افغانستان۔۷،۸

افاغنہ کی آزاد ریاست،دونوں عالمی جنگوں میں غیر جانبداری ۱۹۱۹ء....۱۹۲۹ء میں امیر امان اللہ خان اور پھر ۱۹۳۳ء تک نادر شاہ حکمران رہا۔

ایران۔۸

شاہان افشار اور ژند کے بعد شاہان قاچار اور پھر ۱۹۲۵ء سے شاہان پہلوی کے جدید دور کا آغاز۔

برما۔۲۹

برطانوی ہند کا مشرقی سرحدی صوبہ،دریائے ایراوتی شمالاً جنوباً اپنے معاونوں کے

ساتھ بہتا ہے۔ رنگون مشہور بندرگاہ اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا مدفن۔ دوسری جنگ عظیم میں ۱۹۴۲ء میں جاپانی فوجوں نے یلغار کر کے برما پر قبضہ کر لیا سرکاری دفاتر شملہ منتقل ہو گئے۔ بازیابی کی مہمات ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۵ء تک جاری رہیں۔ اسیران جنگ کو دھرمسالہ (کانگڑہ) میں رکھا گیا۔

بستی نو۔ ۱۵

ہوشیار پور سے دسوہہ جانے والی سڑک پر ایک میل کی دوری پر ایک نو آبادی حضرت میاں محمد شاہ نظامیؒ کا مولد اور مدفن۔

پشاور۔ ۱۰

شمال مغربی سرحدی صوبہ کا صدر مقام، درۂ خیبر سے آنے والے حملہ آوروں کی روک تھام کے لئے زبردست معسکر، کنشک اور ہرش کی وسط ایشیا تک پھیلی ہوئی حکومت کی راجدھانی، ہندوستان اور ایران، ترکستان اور افغانستان کے مابین تجارتی رابطہ۔

تبت۔ ۷، ۸، ۹، ۱۰

شمال میں سنکیانگ، شمال مشرق میں شنگھائی، مشرق میں سیکانگ، جنوب میں ہمالیہ کا فلک بوس سلسلہ، اور مغرب میں پنجاب اور کشمیر۔ دنیا کی سب سے اونچی سطح مرتفع، اس کی وادیاں اور گھاٹیاں بھی کم از کم بارہ ہزار فٹ اونچی ہیں۔ ساری زمین جھیلوں سے بھری پڑی ہے۔ باشندے منگول نسل سے ہیں۔ اور بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ ان کا روحانی پیشوا دِلائی لامہ کہلاتا ہے۔ لاسہ اس کی راجدھانی اور آبادی ۳۷ لاکھ ہے۔ (۱۹۳۶ء)

ترکستان۔ ۲۸

روسی ترکستان، ۔ بخارا، خیوا، مرو، سمرقند، تاشقند وغیرہ اس کے مشہور شہر تھے۔ ترکستان ایک طاقتور اسلامی وحدت تھی، جس کو ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیان سوویت روس نے ازبکستان

،ترکمانستان، تاجکستان، قازقستان اور کرغزستان میں تقسیم کر دیا۔اس کی مشرقی اور جنوبی سرحدیں، چین، تبت اور افغانستان سے ملی ہوئی تھیں۔

جالندھر۔۴، ۵، ۶، ۱۳

[۳۰ ۲۱ شمال/ ۳۵ ۵۷ مشرق]۔لاہور سے دہلی جانے والی شاہراہ پر ستلج اور بیاس کے مابین ایک مشہور قدیم شہر جن کنشک کے عہد میں تاریخ کی روشنی میں آیا۔لاہور کے غزنوی دور میں اس پر اسلامی پرچم لہرائے۔اکبر نے اس خطہ کو دوآبہ بست جالندھر کا نام دیا اور یہ نام اس درجہ معروف ہوا کہ اب اگر دوآبہ بھی کہیں تو اس سے دوآبہ بست جالندھر ہی مراد ہوتا ہے۔۱۸۴۶ء میں اس پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا۔۱۹۰۱ء کی رپورٹ کے مطابق ضلع جالندھر کی رفتار آبادی پنجاب بھر میں سب سے زیادہ تھی جو اس علاقہ کے سب سے زیادہ باشعور اور بیدار مغز ہونے کا ثبوت تھا۔

چین/چینی ترکستان۔۷، ۸

چین کا مسلم آبادی کا سب سے بڑا صوبہ سنکیانگ جو شاہراہ ابریشم سے ملا ہوا ہے اس میں کاشغر اور وادیٔ فرغانہ شامل ہیں۔مشرق میں چین اور جنوب مشرق میں تبت ملا ہوا ہے۔

دسوہہ۔۱، ۵، ۶، ۲۱

ہوشیار پور کی شمالی تحصیل کا صدر مقام، جالندھر سے جانے والی ریلوے لائن پر مشہور سٹیشن، بڑا قدیم شہر جو مہابھارت کے زمانہ سے پہلے بھی موجود تھا۔پانڈوؤں نے اسی جگہ اپنے بن باس کے بارہ سال گزارے۔اس کے پاس ہی ایک بڑا کھلا میدان اور بہت بڑا آبی ذخیرہ ہے جس کی بنا پر دنیا کے مشہور حملہ آوروں محمود، غوری، تیمور، بابر، اکبر، ہمایوں اور ابدالی کے لشکروں کا پڑاؤ رہا ہے۔

دھرم سالہ۔۱۶

[۱۳ ۴۴ شمال/ ۱۱ ۹ ۷ مشرق] آبادی: ۶۹۷۱ (۱۹۰۱ء) / بلندی: ۶۰۰۰ فٹ۔ ۱۸۵۵ء میں بنا۔

کانگڑہ کا صدر مقام، کانگڑہ سے ۱۶ میل شمال مشرق میں، دگولہ دھار کے دامنوں پر آباد، خوبصورت قدرتی مناظر میں گھرا ہوا مشہور صحت افزا اور پر فضا شہر ہے۔ بلندیوں پر ۶ ماہ تک ہر طرف برف پڑتی ہے۔ جنوب میں ہوشیار پور اور مغرب میں پٹھانکوٹ کو راستے جاتے ہیں۔ گورکھوں کی خاص چھاؤنی۔

ڈیرہ غازی خان۔ ۱۰

پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں غازی خان نامی ایک بلوچ سردار نے اس کو آباد کیا۔ ملتان سے ۴۵ میل مغرب کو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔

رڑکی۔ ۱۸، ۲۵، ۲۶

عرض بلد: ۵۱ ۲۹ شمال/ طول بلد: ۵۴ ۷۷ مشرق، بلندی: ۹۰۵ فٹ

ضلع سہارنپور کا مشہور شہر، جو دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے درمیان نہر بالائی گنگا کے کنارے واقع ہے۔ ہردوار، رشی کش، بدری ناتھ، کیدار ناتھ، ڈیرہ دون اور میسوری جانے والوں کے لئے گیٹ وے کا درجہ رکھتا ہے۔

رمداس۔ ۹

تحصیل اجنالہ ضلع امرت سر کا مشہور قصبہ جس کو علامہ صوفی نواب الدین چشتی صابریؒ (آفتاب شوالک) کا مطلع گاہ ہونے کا فخر حاصل ہوا، آپ کا مزارِ پُر انوار بھی اسی جگہ واقع ہے۔

سبھو وال موسیٰ۔ ۱

ضلع ہوشیار پور کا ایک قصبہ۔

شملہ۔ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۲۵

شملہ، ہندوستان کے پہاڑی تفریحی مقامات میں سب سے زیادہ گنجان آباد شہر

ہے۔یہ ہمالیہ کی جنوبی ڈھلوانوں پر واقع ہے۔اس کو سرسبز جنگلات اور برفانی چوٹیوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔برطانوی نوآبادیاتی حکومت نے اس کو ۱۸۱۹ء میں دریافت کیا۔۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۵ء تک ہندوستان کا گرمائی صدر مقام رہا۔یہ پنجاب کا بھی صدر مقام رہا ہے۔وائسرائے لاج،مال روڈ،شاپنگ سنٹرز سیاحوں کے لئے بڑے پرکشش علاقے ہیں۔۱۸۴۷ء سے پہلے شملہ تاریخی عمارتوں کا شہر بن چکا تھا۔

عرض بلد ۳۱۰۶ شمال طول بلد ۱۰ ۷۷مشرق بلندی:۷۲۶۰ فٹ

شوالک۔۲۲،۲۸

ہمالیہ کے دامن میں متوازاًپست پہاڑیوں کا پھیلا ہوا سلسلہ۔

کانگڑہ۔۲ ۰۶ ۳۲شمال ۷۹۱۶مشرق

دریائے بیاس کے معاون دریائے بینر اور دریائے ماجھی کے سنگم پر واقع ہے۔دھرم سالہ سے ۱۴میل جنوب مغرب کو۔کانگڑا وادی کی تاریخ ۳۵۰۰ سال سے بھی پرانی ہے۔یہ وادی قدیم زمانہ سے ہی حملہ آوروں کی آماجگاہ رہی ہے اور اپنے مندروں کی وجہ سے بڑی مشہور ہے۔برجیشوری کا مندر افسانوی شہرت کا مالک ہے۔یہ مندر ۱۹۰۵ء کے زلزلہ میں بالکل تباہ ہوگیا تھا۔۱۹۲۰ء میں ازسرنو تعمیر کیا گیا۔۱۸۴۶ء میں اس کو ضلع کا درجہ دیا گیا۔قلعہ نگر کوٹ بھی اسی علاقہ میں ہے۔

کشمیر و جموں۔۲۳،۸

شمالی ہند کی پہاڑی ریاست،جو ۱۵۸۷ء میں مغلیہ سلطنت کا حصہ بنی اور پھر اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں احمد شاہ ابدالی کا اس پر قبضہ ہوا۔۱۸۱۹ء میں سکھا شاہی میں آئی۔۱۸۴۶ء میں اس پر راجہ جموں مسلط ہوا۔اس سے شمال اور مشرق میں سنکیانگ،قراقرم،تبت اور ہمالیہ کے بلند برفانی پہاڑ ہیں۔مرکز میں کشمیر جنت نظیر کی وادی ہے،جس کو جہلم اور کشن گنگا سیراب کرتے ہیں۔سری نگر صدر مقام ہے۔آبادی ۳۰لاکھ(۱۹۴۱ء)

کلو۔ ۱۷ ۳۱.۵۸ شمال ۷۷.۰۶ مشرق بلندی ۴۰۲۶ فٹ

کلو شہر دریائی بیاس اور پروتی کے سنگم پر واقع ہے۔ پیر پنچال، پروتی اور بارا بھنگل کے پہاڑوں میں گھرا ہوا قدرتی حسن سے مالا مال ہے۔ کلو کی وادی کو دیوتاؤں کی وادی کہا جاتا ہے۔ تنگ دریائی وادیوں میں بہنے والے پانی کا شور سحر انگیز ہے۔ دریائی بیاس برف پوش پہاڑوں کو آئینہ دکھاتا گزرتا ہے۔ بجلی مہادیو کا مندر بڑی شہرت رکھتا ہے۔ کلو کے اردگرد کے تمام دیہاتی مندروں کے بت راگھوناتھ جی کے لئے لائے جاتے ہیں۔ ۱۸۴۶ء میں اس پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ پرانے زمانے میں راجپوت ریاست رہی۔ شالیں اور قالین خاص صنعت ہے۔

کلیر شریف۔ ۱۸۔ ۲۴، ۲۵، ۲۶

ضلع سہارنپور میں رڑکی کے نزدیک سلسلہ صابریہ کے سرخیل حضرت سید علاء الدین علی احمد صابرؒ کا آستان قدس، جہاں ۱۳ ربیع الاوّل کو عرس ہوتا ہے اور ہندوستان بھر سے لاکھوں کی تعداد میں زائرین حاضری دیتے ہیں۔

گڑھ شنکر۔ ۱۹ ۳۱.۱۳ شمال ۷۹.۹ مشرق

ہوشیار پور کے عین جنوب میں ایک قدیم راجپوت آبادی جس کو یہی شرف کیا کم ہے کہ وہ چوہدری افضل حق رئیس الاحرار اور چوہدری رحمت علی کا دیس رہی ہے۔ اس کے مشرق میں شملہ، جنوب میں ستلج اور مغرب میں جالندھر واقع ہے۔

لدھیانہ۔ ۲۱ ۳۰۔۹۱ شمال ۷۵.۸۵ مشرق بلندی ۸۰۱ فٹ

قوم لُد کا بسایا ہوا پرانا شہر، لاہور سے دہلی جاتے ہوئے ستلج کے اس پار ضلعی صدر مقام، اس کے شمال مشرق میں شوالک کی پہاڑیاں ہیں۔

لنکا۔ (سیلون)۔ ۸

دکن کے انتہائی جنوب میں راس کماری کے پاس بحر ہند کا مشہور جزیرہ۔

مسوری ۔۴ ۳۰ء۲۷ شمال ۷۸ء۰۵ مشرق بلندی ۶۶۰۰ فٹ

اس کے شمال مغرب میں ہمالیہ، جنوب میں وادی دون اور ہردوار۔ قدرتی مناظر کی وجہ سے اس کو پہاڑیوں کی ملکہ کہا جاتا ہے۔ ۱۸۲۷ء میں انگریزوں نے اس جگہ کو دریافت کر کے اپنے سٹائل کا شہر آباد کیا۔ یہاں تبتی لوگ بھی آباد ہیں۔ ان کے مندر اور کلچر نمایاں نظر آتا ہے۔

ملتان ۔ ۸، ۱۵

منڈی ۔ ۱۶

پنجاب کے شمال مشرق میں، صدر مقام منڈی نگر، آبادی ۷۵۳۸ (۱۹۴۱ء)

ہردوار ۔ ۲۴

ہندوؤں کا مشہور تیرتھ، ضلع سہارنپور

ہمالیہ ۔ ۸، ۹، ۱۰، ۲۴

ہوشیار پور ۔ ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۲

لاہور سے ۹۵ میل مشرق کو جالندھر ڈویژن کا شہر۔

................☆☆☆................

آفتاب شوالک۔۳

(منتخبات ''ذکرپاکاں'')

کوہستان شوالک میں علامہ ستکوہیؒ کی تبلیغی سرگرمیاں

تالیف

طفیل ناصری

ترتیب

نذر صابری

ادارۂ فروغ تجلیات صابریہ، اٹک